بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

ہمیں یقین ہے کہ اردو زبان کی طباعت کی ترقی کے لئے ٹائپ اختیار کرنا ضروری ہے۔اسی خیال کے پیشِ نظر ہم یہ ماہنامہ اب تک ٹائپ میں چھاپتے رہے تھے۔لیکن ہمیں افسوس کے ساتھ اعلان کرنا پڑ رہا ہے کہ ہم اپنے اس تجربے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ہمیں سب سے زیادہ دشواری قرآنِ حکیم کی آیات، اور عربی زبان کے دوسرے اقتباسات کی طباعت کے سلسلے میں پیش آئی۔ہمارے نزدیک تحقیق کی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی دعویٰ بلاسند نہ ہو،اور تمام حوالوں کے اصل متن نقل کئے جائیں، صرف اُن کے ترجموں پر اکتفا نہ کیا جائے۔ اسی لئے ہمارے ماہنامہ میں شائع ہونے والے مقالوں میں آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی، آثارِ صحابہ، اقوالِ ائمہ اور دوسرے عربی حوالوں کی کثرت ہوتی ہے۔مگر ٹائپ میں ان کی طباعت کا خاطر خواہ انتظام کراچی میں نہیں ہے۔ٹائپ میں اعراب اور قرآنی رموزِ اوقاف کا استعمال اور عربی عبارتوں کا اردو سے امتیاز قائم رکھنا اس شہر کے چھاپہ خانوں کے بس کی بات نہیں۔اس لئے ہمیں مجبوراً کتابت کے پرانے طریقے کی طرف لوٹنا پڑ رہا ہے۔

ٹائپ کی جگہ کتابت کے اختیار کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ پہنچا ہے کہ ہم مضامین کے تنوع اور تعداد میں گراں قدر اضافہ کر سکے ہیں۔ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم اسلام کے مسائلِ حاضرہ پر زیادہ سے

زیادہ معلومات اپنے قارئینِ کرام تک پہنچائیں اور ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کے تعمیری مقاصد اور تحقیقی طریقۂ کار کے دائرے میں رہتے ہوئے، مضامین کے تنوع کا پورا پورا خیال رکھیں. کتابت کی طباعت اختیار کرنے کے بعد ہمیں اپنی اس کوشش میں کامیابی کی زیادہ امید ہے. کیونکہ یہ طریقۂ طباعت ٹائپ کی نسبت تقریباً نصف جگہ لیتا ہے.

پچھلے شمارے میں ہم نے "افکار" کے مستقل فیچر کا اضافہ کیا تھا. حالیہ شمارے میں اس عنوان کے تحت ہم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا ایک انٹرویو معاصر عزیز "انشا" (عالمی ڈائجسٹ) کے شکریہ کے ساتھ نقل کر رہے ہیں. اور جناب رفیع اللہ خاں صاحب کا ربوا اور مضاربت کے باہمی تعلق پر فکر انگیز مراسلہ شائع کر رہے ہیں. ان دونوں مضامین کی کتابت مکمل ہو چکی تھی کہ رسالہ "بینات" کا تازہ شمارہ وصول ہوا، جس میں "فضل الرحمانی تحقیق ربوا کی حقیقت" کے عنوان سے ایک طویل مضمون نظر سے گزرا. چونکہ رسالے کی اشاعت میں طباعت کے انتظامات کی تبدیلی کی وجہ سے پہلے ہی بہت تاخیر ہو چکی ہے. اس لئے اس مضمون کی اشاعت اور اس پر تبصرہ ہم اگلے شمارے کے لئے ملتوی کرنے پر مجبور ہیں.

مرکزی ادارۂ تحقیقاتِ اسلامی کی خوش بختی ہے کہ مشرق و مغرب کے ماہرینِ علومِ اسلامی اس ادارے کو اپنی تشریف آوری سے نوازتے رہتے ہیں. مختلف زاویۂ فکر کے ان علما سے تبادلۂ خیالات ایک بڑی نعمت ہے. ہم نے سوچا کہ اپنے قارئینِ کرام کو بھی اس ضیافتِ علمی میں شریک کر لیں. اس لئے ہم حالیہ شمارے سے ایک نئے مستقل باب کا افتتاح کر رہے ہیں، جس کا عنوان ہم نے "اخبار" تجویز کیا ہے. اس کے تحت ادارے کی اہم خبریں ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے رہیں گے.

ایک اور نیا مستقل فیچر "انتخاب" کے عنوان سے شروع کیا جا رہا ہے. اس کا آغاز کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب کے بصیرت افروز مضمون سے ہو رہا ہے. کرنل صاحب مشہور مقولہ العلمُ علمان علمُ الادیان وعلمُ الابدان ("علم تو بس دو ہیں: دینی اور طبی علوم") کی مجسّم

شہادت ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہم آئندہ ان کے تازہ ترین رشحاتِ قلم شائع کرتے رہیں گے۔

پچھلے چند ہفتوں میں اسلامی علوم کو پے در پے شدید صدمات پہنچتے رہے ہیں۔ مصر کے شیخ الازہر اور پاکستان کے امیر جماعتِ اہلحدیث کے انتقال کا داغ ابھی تازہ تھا کہ خالدہ ادیب خانم کی رحلت کی خبر نے ایک اور چرکہ لگایا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون

پوری دنیائے اسلام پچھلی ڈیڑھ دو صدیوں سے مشرق و مغرب کی کشمکش اور اس کے پیدا کردہ مسائل سے دوچار ہے، ترکی کو اپنے جغرافیائی محلِ وقوع اور تاریخی موقف کی وجہ سے سب سے پہلے ان کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی لئے ان کے حل کی کوششیں بھی سب سے پہلے وہیں ہوئیں ترکی کے ان مصلحین و مفکرین میں خالدہ ادیب خانم بہت ممتاز درجہ کی مالک تھیں۔ انھوں نے اس بنیادی مسئلہ کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا تھا اور اس کے بارے میں بڑی معتدل اور صائب رائے رکھتی تھیں

شیخ محمود شلتوت بھی اُن بالغ نظر علماٴ میں سے تھے جنہوں نے اسلام کے موجودہ مسائل کا مجتہدانہ مطالعہ کیا تھا۔ انہوں نے شیخ محمد عبدہٗ کی شاندار روایات کو قائم رکھا تھا۔ ہمارے قارئینِ کرام نے ان مسائل پر ان کی بصیرت کا اندازہ انکے مقالہ "اسلام اور تنظیمِ نسل" سے لگایا ہوگا جسے ہم اس ماہنامہ کے سب سے پہلے شمارے میں شائع کرچکے ہیں۔ شیخ شلتوت کا انتقال اِس ادارے کے رفقا کے لئے ذاتی صدمے کا باعث ہوا، اِس لئے کہ انہوں نے اپنی کبرسنی کے باوجود، کراچی تشریف لانے اور کچھ عرصہ ادارے سے منسلک رہکر اپنے وسیع علم، عمیق نظر اور بلند فکر سے ہم سب رفقا کو مستفید ہونے کا موقع بخشنے کا وعدہ فرمایا تھا ہم ان کے لئے چشم براہ تھے کہ انہیں اپنے رفیقِ اعلیٰ کی طرف سے بلاوا آگیا۔

پاکستانی علماٴ میں مولانا داؤد غزنوی اپنے تبحرِ علمی، حق پسندی، سخت کوشی اور مجاہدانہ صفات کے لحاظ سے منفرد ہستی تھے۔ ان کے دادا مولانا عبداللہ غزنوی نے اتباعِ سنت کے "جرم" کی پاداش میں افغانستان کے علماٴ کے ہاتھوں شدید ترین مصائب جھیلے اور آخر ترکِ وطن اختیار کیا۔ مولانا داؤد غزنوی نے خاندان کی اِن روایات کو قائم رکھا، برسوں قیدِ فرنگ کی سختیاں برداشت کیں۔

پاکستان کی تحریک میں سرگرم حصہ لیا اور قیامِ پاکستان کے بعد دوسرے بہت سے عالم وغیر عالم رہنماؤں کے برخلاف جاہ و ثروت کی تقسیم میں شریک نہیں ہوئے بلکہ خاموشی سے علمِ دین کی خدمت میں منہمک رہے۔

خدا ان تینوں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور امتِ مرحومہ کی مدد فرمائے جو ان کی قیادت سے محروم ہو گئی ہے۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لے ساقی!
(اقبالؒ)